45

ہمارے نوجوان تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھیں

(فرمودہ 13 دسمبر 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

" پچھلے ہفتہ سے مجھے سینے میں کچھ درد محسوس ہوئی تھی۔ پہلے تو مَیں نے سمجھا کہ شاید موسم کی وجہ سے ہوا لگ گئی ہے مگر بعد میں جب پاؤں میں بھی درد ہوا تو میرا ذہن اِس طرف منتقل ہوا کہ یہ وہی جوڑوں کا درد ہے جس کا دورہ پہلے بھی کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہے۔ جلسہ سالانہ قریب آنے کی وجہ سے مجھے فکر پیدا ہوا کہ گزشتہ جلسہ سالانہ پر بھی میں کام نہ کر سکا تھا اور اس دفعہ پھر بیماری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب مجھے جلسہ سالانہ کا احساس ہوا اور میرا ذہن اِس طرف گیا کہ یہ وہی درد ہے جو پہلے بھی بعض اوقات ہو جایا کرتا ہے۔ تو مجھے اِس بیماری کے علاج کی طرف توجہ ہوئی۔ علاج شروع کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مرض میں کمی کر دی۔ اب بظاہر درد تو نہیں ہے مگر جوڑوں میں کمزوری واقع ہو گئی ہے اور سیڑھیوں پر یا اونچی نیچی جگہ چڑھتے اور اُترتے وقت تکلیف محسوس ہوتی ہے اور پیر لٹکا کر بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ کیونکہ اِس طرح بیٹھنے سے درد زیادہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ صحت بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور بیماری بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی ہے اِس لئے ہمارے ہاتھ میں تو دعا ہی ہے اور دعاؤں سے ہی کام لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل اور کرم سے اِس کمزوری کو دور فرمائے کیونکہ جلسہ سالانہ کے دن بھی بالکل قریب آتے جا رہے ہیں اور کام بھی بہت زیادہ ہے۔

اس کے بعد مَیں جماعت کو تحریک جدید کے چندوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

آجکل تحریک جدید کے معاملہ میں دو قسم کی پریشانیاں ہیں جو کہ دن بدن کم ہونے کی بجائے شدت کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی ہیں اور یہ امر کسی حد تک نہایت تشویشناک ہے۔ ایک پریشانی تو یہ ہے کہ تحریک جدید کے موجودہ اخراجات اس کی آمد سے بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں اور ایسے حالات میں بڑھ رہے ہیں جن کا دور کرنا بظاہر ہماری طاقت سے باہر نظر آتا ہے۔ یعنی باوجود تحریک جدید کے اکثر کارکنوں کے نہایت اعلیٰ تعاون اور محنت سے کام کرنے کے اِس کا خرچ اس کی آمد سے کہیں زیادہ ہو رہا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ بعض لوگ کمزور اور سُست بھی ہوتے ہیں اور وہ پوری محنت توجہ اور اقتصاد سے کام نہیں کرتے لیکن نوے فیصدی کارکن ایسے ہیں جو اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اِن ساری باتوں کے باوجود تحریک جدید کے خرچ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور وہ اضافہ ایسا ہے جو اس کی آمد کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت زیادہ ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ جو واقفین سندھ کی زمینوں پر کام کر رہے ہیں اُن میں سے اکثر کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف نام کے واقف ہیں اور درحقیقت وہ اُس قربانی اور اخلاص سے کام نہیں کرتے جس سے کہ اُنہیں کرنا چاہئے تھا اور ان کے کام کے نتائج خوشکن ہونے کی بجائے حیرانی کا موجب بن رہے ہیں۔ بلکہ میرا تو اندازہ ہے کہ وہ اتنا بھی کام نہیں کرتے جتنا کہ ایک ہوشیار نوکر کرتا ہے۔ اِس وجہ سے یہ بہت بڑا ذریعہ آمد کا بند ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس وقت غیر ممالک میں تبلیغ کر رہے ہیں اُن میں سے اکثر ایسے ہیں جو نہایت محنت، تندہی اور جانفشانی سے کام کر رہے ہیں اور وہ نہایت تنگ حالات میں گزارہ کر رہے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ ایسے تنگ حالات میں گزارہ کر رہے ہیں جس کے متعلق ہم سے یہاں بیٹھ کر قیاس کرنا بھی ناممکن ہے۔ اور ان میں سے کئی کارکن تو ایسے بھی ہیں جو بعض مقامات میں فاقوں سے بھی دوچار ہوتے رہتے ہیں مگر وہ اپنے اخلاص کی وجہ سے جس طرح ہو سکتا ہے گزارہ کر رہے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کے پاس لباس نہیں ہوتا مگر وہ ہر صورت میں گزارہ کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اس ملک کے معیار کے لحاظ سے بہت ہی کم خرچ پر گزارہ کر رہے ہیں اور اگر اس ملک کے اخراجات اور اُس گزارہ کا جو ان کو دیا جاتا ہے موازنہ کیا جائے تو وہ گزارہ جو اُن کو ایک مہینے کے لئے دیا جاتا ہے

ایک ہفتہ کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ بیچارے جس طرح بھی ہو سکتا ہے اسی ایک ہفتہ کے لئے بھی ناکافی خرچ سے مہینہ بھر گزارہ کرتے ہیں اور اس بارہ میں ان کو کئی قسم کی تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض کو فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مگر وہ ان ساری باتوں کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے اپنے کام کو نہایت خوبی سے سرانجام دیتے چلے جارہے ہیں۔ ان کے گزارے کا یوں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یورپ میں سب ملکوں سے غریب ملک روس ہے یا اس کے ساتھ جو متحدہ علاقے ہیں۔ مگر وہاں ایک انسان تین پاؤنڈ فی ہفتہ کماتا ہے یعنی بارہ پونڈ ماہوار۔ فرانس اور انگلستان کا معیار اس سے بہت بلند ہے وہاں کا مزدور چار پونڈ سے لے کر آٹھ پونڈ تک فی ہفتہ کماتا ہے۔ اور امریکہ میں تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر فرانس اور انگلستان کو ہی لے لو وہاں کے مزدور کی کمائی قریباً سترہ پونڈ سے لے کر چونتیس پونڈ تک ماہوار بنتی ہے۔ مگر ہم اپنے مبلغین کو انگلستان اور دوسری جگہوں میں زیادہ سے زیادہ چھ پونڈ ماہوار گزارہ دیتے ہیں اور بعض ایسی جگہوں کے مبلغین کو جہاں جنگ کے اثرات کی وجہ سے ہر قسم کی چیزیں نہایت گراں ہیں آٹھ پونڈ سے کچھ زائد بھی دے دیتے ہیں۔ لیکن وہ خرچ جو ہم ان کو زائد دیتے ہیں وہ بھی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ اُن کے رہائشی مکان کے کرایہ، تبلیغی مکان کے کرایہ یا ٹریکٹوں وغیرہ کی چھپوائی اور ریل وغیرہ کے کرایہ کے لئے دے دیا۔ ویسے ان کے اپنے گزارہ کے لئے کچھ زائد نہیں دیا جاتا۔ گویا ہم اُن کو وہاں کے ادنیٰ مزدوروں سے بھی کم خرچ دیتے ہیں اور اس خرچ سے ہمارے مبلغین نہایت تنگی سے گزارہ کرتے ہیں۔

ذرا غور تو کرو کہ اُن ممالک میں جہاں کا ایک مزدور سترہ پونڈ سے چونتیس پونڈ تک ماہوار کماتا ہے وہاں ایک مبلغ چھ پونڈ ماہوار گزارہ پا کر کس طرح گزر کرتا ہوگا اور اس کے ساتھ یہ امر بھی ہے کہ اُسے اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی میں ملنا پڑتا ہے۔ بہرحال وہ جس طرح ہو سکتا ہے اِسی رقم سے اپنے تمام اخراجات کو پورا کرتا ہے۔ اس کے لئے اُس کو کئی قسم کی مشکلات بھی پیش آتی ہیں مگر وہ ان کا مقابلہ کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بھی تحریک جدید کے اخراجات بڑھتے جاتے ہیں اور ان کے مقابلے میں آمد کم ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ایک چیز یہ ہے کہ اب جبکہ ہم اپنے مبلغین کو باہر کے ممالک میں بھیج رہے ہیں اِس طرح کچھ

مبلغین تو یہاں سے باہر کے ممالک میں جائیں گے اور کچھ مبلغین باہر سے واپس بھی آئیں گے۔ مبلغین کی موجودہ تعداد جو باہر جانے والی ہے اُن کو باہر بھیجنے کے خرچ کی اوسط تقریباً دو ہزار روپیہ فی مبلغ کا اندازہ لگایا گیا ہے اور اِس وقت تک پچاس کے قریب مبلغین باہر جا چکے ہیں جن کا خرچ ایک لاکھ روپیہ کے قریب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مبلغین باہر جانے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ تیار کرانے اور ریل اور جہازوں کے کرایہ کا خرچ بھی پچاس آدمی کے لئے ایک لاکھ روپیہ تک بنتا ہے۔ اسی طرح باہر کے ممالک کے مبلغین کی تعداد سو تک پہنچ جائے گی۔ اگر یہ مبلغین تیسرے سال کے بعد بھی واپس آئیں اور خرچ اس وقت سے قیمتوں کے گرنے کی وجہ سے کم بھی ہو جائے تب بھی ان کو لانے اور لے جانے کا مجموعی خرچ اندازاً ڈیڑھ لاکھ ہو گا۔ یعنی سو مبلغ بھجوانے اور سو مبلغ کو واپس بلانے کا یہ جو مَیں نے دو لاکھ کا خرچ اوپر بتایا ہے وہ صرف پہلی دفعہ کے مبلغین کے خرچ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دفعہ ہم صرف اپنے مبلغین کو باہر بھیج رہے ہیں اور باہر سے آنے والے کوئی نہیں ہیں۔ اور ان جانے والے مبلغین میں سے اکثر نئی جگہوں میں جا رہے ہیں۔ انگلستان میں پہلے مولوی جلال الدین صاحب شمس تھے۔ صرف ان کے واپس آنے کا خرچ ہوا۔ لیکن ان کی جگہ اب چار نئے مبلغین تو جا چکے ہیں اور دو اب جا رہے ہیں۔ گویا ان کی جگہ چھ کے جانے کا خرچ برداشت کرنا پڑا۔ مگر آنے کا خرچ صرف ایک مبلغ کا برداشت کرنا پڑا۔ لیکن دو سال کے بعد چھ مبلغ کے آنے کا اور چھ مبلغ بھیجنے کا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ اِسی طرح امریکہ کی طرف بھی صرف یہاں سے مبلغین بھیجے جا رہے ہیں۔ وہاں سے واپس آنے والے صرف صوفی صاحب ہیں۔ فرانس کے ملک میں اس سے پہلے مبلغین نہیں تھے اب دو بھیجے گئے ہیں۔ اٹلی کے ملک میں پہلے صرف ایک مبلغ تھا اب دو اَور بھیجے گئے ہیں۔ سپین کے علاقہ میں پہلے مبلغین نہیں تھے۔ اب دو بھیجے گئے ہیں۔ اسی طرح جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے علاقوں میں پہلے مبلغین نہیں تھے۔ اب تین بھیجے گئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ویسٹ افریقہ میں پہلے ہمارے صرف تین مبلغ تھے اب اَور بھیجے جا رہے ہیں۔ بارہ یا چودہ مبلغین تو وہاں جا چکے ہیں اور پندرہ یا سولہ اب جانے والے ہیں۔ پہلے صرف تین مبلغ وہاں تھے۔ اب اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلد ستائیس اٹھائیس مبلغ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ایسٹ افریقہ میں

صرف ایک مبلغ تھا اب چودہ پندرہ بھجوانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ ایران میں بھی پہلے کوئی مبلغ نہ تھا اب دو مبلغین بھیجے گئے ہیں۔ فلسطین میں ہمارا صرف ایک مبلغ ہوتا تھا اُسے واپس نہیں بلایا گیا لیکن دو اَور مبلغ وہاں بھجوا دیئے گئے ہیں۔ صرف ان جانے والے مبلغین کے سفر خرچ کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ تک ہے۔ مگر چونکہ ہمیں یہ دو یا تین لاکھ کا خرچ ہر سال نہیں کرنا پڑے گا اور تین سال میں ایک دفعہ کرنا ہو گا اِس لئے حسابی طور پر اس خرچ کو تین سالوں میں پھیلا کر ستّر اسّی ہزار سالانہ کا یہ خرچ ہوتا ہے۔ بلکہ آئندہ چند سال میں اگر کرائے اور اشیاء کی قیمتیں نہ گریں تو چار لاکھ کے قریب تین سالہ خرچ ہو گا۔ یا سوا لاکھ کے قریب سالانہ۔ بہرحال چندے میں سے ستّر ہزار روپیہ تو الگ کرنا پڑے گا اور یہ مبلغین کے صرف باہر بھجوانے اور پرانے مبلغوں کو بلوانے کا خرچ ہو گا۔ اِس کے علاوہ ہمارے بیرونی مشنوں کا خرچ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ ہے اور اتنا ہی خرچ یہاں کے تحریک جدید کے زیر تعلیم اور دفاتر وغیرہ میں کام کرنے والے لوگوں پر سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ یہ کُل خرچ تین لاکھ ستّر ہزار روپیہ ہو جاتا ہے اور اگر اِس میں مثلاً کتابوں اور ٹریکٹوں وغیرہ کا خرچ ملا لیا جائے تو یہ کُل خرچ چار لاکھ ستّر ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اگر باہر کے ممالک میں ایسی جگہوں میں جہاں پہلے سے مشن قائم نہیں ہیں اب نئے مشن قائم کئے جا رہے ہیں۔ اگر ان مشنوں کے لئے نئے مکان وغیرہ خریدنے کا بندوبست کیا جائے تا وہ مبلغ وہاں اطمینان کے ساتھ تبلیغ کا کام صحیح طور پر کر سکیں تو اس کا خرچ بھی اس میں شامل کرنا ہو گا۔ انگلستان میں ہمارا مشن قائم ہے۔ وہاں ہمارا اپنا دار التبلیغ اور مسجد ہے۔ کم سے کم ہمیں وہاں کے متعلق اطمینان تو حاصل ہے۔ مگر جہاں ہمارے اپنے مکان یا مبلغین کے لئے رہائش کی جگہیں نہیں ہیں وہاں اطمینان کے ساتھ کوئی مبلغ تبلیغ نہیں کر سکتا۔ اگر ہم فرانس میں جہاں اب نیا مشن قائم کیا جا رہا ہے اپنا مکان یا جائیداد خریدیں، اِسی طرح سپین اور جرمنی وغیرہ میں بھی خریدیں تو ہمارا ہر ملک کے مکان پر ساٹھ ستّر ہزار اور ایک لاکھ کے قریب مسجد پر خرچ ہو گا۔ اگر سرِدست ان اخراجات کو ملتوی کر دیا جائے تو بھی چار لاکھ ستّر ہزار روپیہ کا خرچ بنتا ہے۔ اِس کے علاوہ قادیان میں تحریک جدید کے دفتر اور اس کے متعلقہ کاموں کے لئے عمارات بنوائی جائیں تو پچاس ہزار روپیہ سالانہ خرچ

کا اندازہ اس کا بھی رکھنا چاہئے۔ گویا یہ کُل خرچ پانچ لاکھ بیس ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔ گو اِس وقت خرچ کی اوسط اتنی نہیں ہے مگر اب جبکہ ہمارے مبلغین باہر جا اور آ رہے ہیں یقیناً ہمیں اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے۔ موجودہ اخراجات بھی تین لاکھ سالانہ سے اوپر ہیں۔ مگر پچھلے سال کے تحریک جدید کے وعدوں میں سے صرف دولاکھ چالیس ہزار روپیہ اِس وقت تک وصول ہوا ہے۔ سرِ دست تو ہم اپنے مبلغین سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح ہو سکے تنگی سے گزارہ کرو۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ بوجھ ان سے بھی زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص چند مہینے تک ہمت، دلیری اور قربانی سے یہ بوجھ برداشت کرے اور کفایت شعاری سے کام لے کر اپنے کام کو سرانجام دے لے۔ مگر اس قسم کے بوجھ ہمیشہ کے لئے تو برداشت نہیں کئے جا سکتے۔ پس کچھ بھی ہو ہمارے مبلغین انتہا درجہ کی قربانی اور اخلاص سے بھی کام کریں۔ بہرحال قریب کے عرصہ میں یہ اخراجات ہم کو بڑھانے پڑیں گے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان کو بڑھائے بغیر ہم اس عظیم الشان کام کو چلا ہی نہیں سکیں گے۔ ہم نے اس کے متعلق ایک نئی سکیم یہ سوچی تھی کہ دفتر دوم کے مجاہدین کی کُل رقم پورے نو سال تک جمع ہوتی رہے گی۔ اور اس طرح ہم ایک مضبوط ریزرو فنڈ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر اس روپیہ کو تجارت وغیرہ میں لگا کر بڑھایا جا سکے گا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت دن بدن بڑھتی اور پھیلتی چلی جائے گی اِس لئے پانچ ہزار سے بڑھ کر دس ہزار اور دس ہزار سے بڑھ کر پندرہ ہزار اور پندرہ ہزار سے بڑھ کر بیس ہزار تک مجاہدین پیدا ہوتے جائیں گے جو اخلاص اور جوش سے قربانیاں کرنے والے ہوں گے اور اس طرح یہ بوجھ پھیل کر ہلکا ہوتا چلا جائے گا۔ مگر موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ سکیم بھی کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ تحریک جدید کے دفتر دوم میں حصہ لینے والے مجاہدین کی تعداد بہت ہی کم ہے اور اُن کے وعدوں کی ادائیگی تو اس سے بھی کم ہے۔ یہ امر نہایت حیران کن اور تشویشناک ہے اور اِس کے دو ہی نتیجے نکالے جا سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہنا پڑے گا کہ دفتر دوم میں حصہ لینے والی نئی فوج میں وہ جوش اور اخلاص نہیں جو دفتر اول میں حصے لینے والی پرانی فوج میں تھا۔ یہ امر بھی تشویشناک ہے۔ اور یا یہ کہنا پڑے گا کہ نئی فوج

کی آمدنی اتنی نہیں ہے جتنی کہ پرانی فوج کی تھی۔ اور یہ امر بھی دنیوی لحاظ سے سخت خطرناک ہے۔ غرض اس کے کسی پہلو پر بھی غور کیا جائے یہ امر خالی از خطرہ نہیں ہے۔ تحریک جدید کے دفتر دوم میں حصہ لینے والے مجاہدین کی تعداد کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ کیا دفتر اول کی پہلی میعاد ختم ہونے تک یعنی دس سال میں اتنے بھی نئے مجاہدین پیدا نہ ہو سکتے تھے کہ ان میں ہر سال پانچ سو نیا ملازم ہوتا، پانچ سو نیا صنّاع ہوتا، پانچ سو نیا تاجر ہوتا اور پانچ سو نیا پیشہ ور ہوتا۔ کیا اتنی بڑی جماعت سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا تھا؟ یہ ظاہری امر بالکل بدیہی تھا کہ اتنی بڑی جماعت سے سال میں پانچ سو نئے مجاہدین پیدا ہوں اور دس سالوں کے بعد ایک نئی پانچ ہزاری فوج تیار ہو جائے۔ جہاں تک حساب کا تعلق ہے، حساب کا معاملہ صاف ہے۔ اگر جماعت صحیح طور پر ترقی کرتی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہر سال پانچ سَو بلکہ ہزار ڈیڑھ ہزار آدمی جماعت میں ایسے نہ ہوں، جو پہلے چھوٹے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ رہتے تھے اور اب اُنہوں نے اپنا کوئی الگ کام شروع کیا ہے اور ان میں سے کوئی لوہار بن گیا ہے، کوئی معمار بن گیا ہے، کوئی پیشہ ور بن گیا ہے اور کوئی تاجر بن گیا ہے۔ اور ایسے ہی احمدیوں کی تعداد ہندوستان میں ہر سال ہزار ڈیڑھ ہزار ہونی چاہیئے۔ اور اگر کم از کم تعداد بھی لے لی جائے تو پانچ سو سے کسی صورت میں بھی کم نہیں ہو سکتا اور یہ تعداد دس سال کے عرصہ میں پانچ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسے آدمیوں کی آمدنی جو دکاندار یا پیشہ ور ہیں سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار بن جاتی ہے اور پانچ ہزار کی چھ سات لاکھ ماہوار بن جاتی ہے جو سال میں اسّی نوے لاکھ بنتی ہے۔ اگر وہ اپنی آمدن میں سے پانچ فیصدی چندہ بھی تحریک جدید میں دیں تو چار پانچ لاکھ سالانہ چندہ تو اِس نئی جماعت سے ہی ہو جانا چاہیئے۔ مگر تحریک جدید کے گزشتہ سال کے وعدے پچانوے ہزار کے قریب تھے اور ان میں سے اِس وقت تک ادائیگی صرف پچاس ہزار ہوئی ہے۔ اور جو پرانے حصہ لینے والے ہیں اُن کے وعدے دو لاکھ ساٹھ ہزار کے تھے، جن میں سے اِس وقت تک دو لاکھ چالیس ہزار وہ ادا کر چکے ہیں۔ یعنی پرانے لوگوں نے پچانوے فیصدی رقم ادا کر دی ہے اور باقی وہ ادا کر رہے ہیں اور چونکہ اُن کی ادائیگی کی رفتار بھی کافی تیز ہے اِس لئے امید کی جاتی ہے کہ وہ جنوری تک ساری رقم ادا کر دیں گے۔ ان کے مقابلہ میں نئے نوجوانوں نے کوئی اچھا نمونہ نہیں

دکھایا اور بجائے اِس کے کہ وہ پُرانوں کے مقابلہ میں جوش اور اخلاص زیادہ دکھاتے اور اپنی قربانیوں کی ایک مثال قائم کر دیتے اُنہوں نے چندوں کی ادائیگی کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ اور چھیانوے ہزار کے وعدوں میں سے صرف پچاس ہزار روپیہ ادا کیا ہے اور چھیالیس ہزار اب تک بھی ادا نہیں کیا۔ اِس کے یہ معنی ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے چندوں میں سے صرف باون فیصدی ادا کیا ہے اور نئی فوج کی فیصدی کو پرانی فوج کی فیصدی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ کیونکہ پرانے مجاہدین نے پچانوے فیصدی چندے ادا کر دیئے ہیں اور باقی ادا کر رہے ہیں۔ مگر نئی فوج نے صرف باون فیصدی ادا کئے ہیں۔ پس اس قسم کے حالات نہایت تشویشناک ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو کل کو ہمیں اپنے بنے بنائے مشن چھوڑنے پڑیں گے۔ مگر مَیں یہ تو نہیں سمجھ سکتا کہ ہم اپنے مشن چھوڑ دیں گے کیونکہ جب تک ہمارے اندر ایمان باقی ہے ہم موجودہ مشن تو نہیں چھوڑیں گے مگر جماعت کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے حیرت ضرورت آتی ہے۔

یاد رکھو جماعت کسی ایک نسل کا نام نہیں ہے بلکہ جماعت متواتر کئی نسلوں کا نام ہے۔ جس کے سپرد اِس وقت ان جھنڈوں کو گاڑنے کا کام ہے اور پھر اُن بنیادوں کو مستحکم بنانے کا کام ہے جن پر ہماری آئندہ نسلوں کے محلّات تیار ہوں گے۔ جماعت کے معنی تو یہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسری نسل، دوسری کے بعد تیسری نسل، تیسری کے بعد چوتھی نسل متواتر قربانیاں کرتی چلی جائے۔ اِس وقت ہم جو قربانیاں کر رہے ہیں، ہماری قربانی کا انحصار جماعت پر نہیں بلکہ جتھے پر ہے۔ یعنی کچھ لوگ جمع ہو کر جتھے کی شکل میں قربانیاں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں یہ تو یقین رکھتا ہوں کہ یہ گروہ اپنی زندگیوں تک متواتر قربانیاں پیش کرتا چلا جائے گا۔ لیکن چونکہ یہ تحریک ایک سال یا دو سال یا دس سال کے لئے جاری نہیں کی گئی بلکہ یہ تحریک اس کے بعد بیس اور بیس کے بعد تیس اور تیس کے بعد چالیس سالوں تک اور اس کے بعد تک چلی جائے گی اِس لئے ضروری ہے کہ نوجوان جوش اور اخلاص کے ساتھ دین کے لئے قربانیاں کریں اور ہر نئی فوج پرانی فوج سے بڑھ کر قربانیاں کرتی چلی جائے اور نَسْلاً بَعْدَ نَسْلٍ یہ سلسلہ اِسی طرح جاری رہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نوجوان اپنی اصلاح کریں۔ جب تک نوجوانوں کے اندر قربانی کا مادہ نہیں پیدا ہوتا، جب تک نوجوانوں کے اندر قربانی کے لئے

حوصلہ نہیں پیدا ہوتا اور جب تک نوجوانوں کی اقتصادی حالت بہتر سے بہتر نہیں ہو جاتی وہ صحیح طور پر قربانی نہیں کر سکتے۔ اور پھر جب تک ہر سال ہزاروں ایسے نوجوان نہیں پیدا ہوتے جو صنّاع، ملازم اور پیشہ ور بنیں۔ اِس قسم کی سکیم کو چلایا نہیں جا سکتا۔ مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ پرانی فوج تو متواتر کئی سالوں سے قربانیاں کرتی آ رہی ہے اور اس فوج کے مجاہدین نے اخلاص اور قربانی کی نہایت اعلیٰ مثال قائم کر دی ہے۔ لیکن نئی فوج پر ایک قسم کا جمود اور سکون طاری ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُن کو ان باتوں کا احساس تک بھی نہیں ہے۔ حالانکہ ہماری کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ ہماری ہر دوسری نسل پہلی سے ترقی یافتہ ہو اور پہلوں سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کرے اور اپنے جوش اور اخلاص کا مظاہرہ کرے۔ یہ نمونہ جو نئی فوج کے مجاہدین نے دکھایا ہے نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے والا ثابت ہو گا۔ پس مَیں جماعت کے نوجوانوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ تحریک جدید کی اہمیت کو سمجھیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم الشان ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہے اُن پر غور کریں۔ اور جو پہلے سے اِس جہاد میں حصہ لے رہے ہیں وہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کریں۔ اور جو نوجوان کسی وجہ سے اب تک اِس جہاد میں حصہ نہیں لے سکے وہ اب وعدے لکھائیں اور جہاں تک ان سے ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ قربانی کریں۔ پرانے لوگوں کو بھی مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ جس طرح اُنہوں نے پہلے بھی جوش اور اخلاص سے اِس جہاد میں حصہ لے کر ایک بے نظیر مثال قائم کی ہے اب وہ اس کو زیادہ سے زیادہ بے نظیر بنانے کی کوشش کریں تا کہ اُن کی آئندہ نسلیں بھی فخر اور عزت کے ساتھ یاد کریں۔ کیونکہ قربانی ہی دنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو کسی کا نام زندہ رکھنے کا موجب بن سکتی ہے۔

اِس وقت تک دنیا میں اربوں انسان مر چکے ہیں اُن میں سے کروڑوں ایسے ہوتے ہیں جن کو مرے ہوئے ابھی چند سال بھی نہیں گزرتے کہ ان کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔ مگر ان کے مقابلے میں کئی لوگ ایسے بھی فوت ہوئے ہیں جن کی وفات پر ہزاروں سال گزر چکے ہیں مگر اُن کی قومیں اُن کی بے نظیر قربانیوں کی وجہ سے اُنہیں نہایت عزت کے ساتھ یاد کرتی ہیں۔ دنیا میں کونسا ایسا انسان گزرا ہے جس کا نام سوائے کسی نیک مثال کے اب تک زندہ ہے؟

اور اس لئے زندہ ہے کہ اس کی جسمانی نسل اب تک قائم ہے؟ کونسا صحابی ایسا ہے جس کو اس کی اولاد کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے؟ حتّٰی کہ دنیا میں کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جسے اس کی اولاد کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو بلکہ اُن سب کو صرف اُن کی عدیم المثال قربانیوں کی وجہ سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہی دیکھ لو۔ کیا ہم آپؐ کو آپؐ کی اولاد کی وجہ سے یاد کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہم تو رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اِس لئے یاد کرتے ہیں کہ آپؐ نے دین کے رستے میں قربانیوں اور اخلاص کی وہ مثال قائم کی جس کی نظیر نہ پہلوں میں اور نہ ہی پچھلوں میں مل سکتی ہے۔ پس ہم رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اِس لئے یاد کرتے ہیں کہ آپ نے اسلام کے لئے وہ عملی نمونہ دکھایا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت ہمارے دلوں میں ہے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عزت اُن کی اولاد کی وجہ سے ہے؟ ہم میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو جانتے تک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کہاں تک چلی اور ان کی نسل کے حالات ہی محفوظ نہیں ہیں۔ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی اولاد ظاہر کر کے اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کوئی کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ واقعی تم صدیقی ہو اور تمہارا سلسلہ نسب حضرت ابو بکرؓ تک پہنچتا ہے؟ تو وہ ہرگز قسم نہیں کھا سکیں گے۔ اور اگر وہ قسم کھا بھی جائیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور بے ایمان ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کے حالات اتنے محفوظ ہی نہیں ہیں کہ آج کوئی اپنے آپ کو صحیح طور پر اُن کی طرف منسوب کر سکے۔ پس ہم حضرت ابو بکرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام عالی شان ہے، ہم حضرت عمرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے، ہم حضرت عثمانؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کارہائے نمایاں کر رہی ہے اور ہم حضرت علیؓ کو اِس لئے نہیں یاد کرتے کہ ان کی نسل میں خاص خوبیاں ہیں۔ (حضرت علیؓ کا تو سلسلہ نسب بھی اب تک چل رہا ہے مگر ان کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ اُن کی نسل اب تک قائم ہے۔) باقی بھی جتنے صحابہؓ تھے اُن میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جسے اُس کی نسل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔

اور اُس زمانے کے یا بعد کے زمانہ کے جتنے لوگوں کو بھی ہم یاد کرتے ہیں، صرف اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے ہی یاد کرتے ہیں۔ آج کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں جس کی نسبت کہا جاسکے کہ اُسے اُس کی اچھی نسل یا خاندان کی وجہ سے عزت حاصل ہے۔ سب سے زیادہ عزت تو اس وقت سادات کی ہی کی جاتی ہے مگر بارہ تیرہ نسلیں گزرنے کے بعد ان کی عزت بھی کم ہونے لگی اور اب تو یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ ہندوستان کے کسی بھی جیل خانے میں چلے جاؤ، تم کو بیسیوں سید ایسے ملیں گے جو چوری کے مقدمات میں سزا یافتہ ہوں گے۔ بیسیوں سید ایسے ملیں گے جو دھوکے بازی کے مقدمات میں گرفتار ہوں گے۔ بیسیوں سید ایسے ملیں گے جو ڈاکے اور ٹھگی کے مقدمات میں زیر حراست ہوں گے اور بیسیوں سید ایسے ہوں گے جو اِسی قسم کے دوسرے برے افعال کی وجہ سے سزا بُھگت رہے ہوں گے۔ پس دنیا میں ہر شخص اپنے اعمال سے ہی عزت پاتا ہے اور ہم بھی اپنے اعمال سے ہی عزت پا سکیں گے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری نسلیں کب تک چلیں گی؟ کسی کی ایک نسل چلتی ہے، کسی کی دو نسلیں چلتی ہیں اور کسی کی اس سے زیادہ نسلیں چلتی ہیں مگر یہ سلسلہ آخر شُہرت کے لحاظ سے منقطع ہو جاتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کسی ایک شخص کی ایک نسل دیر تک دین کو قائم رکھے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ پوری قوم ایک نسل کو چلائے۔ پس قومی طور پر اسلام کا جھنڈا کھڑا کرنا بالکل ممکن ہے۔ مگر فردی طور پر ناممکن ہے۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جنہوں نے پہلے بھی دین کی خدمت کی ہے، اب بھی اُن سے امید کی جاتی ہے کہ وہ تھک کر نہیں بیٹھ جائیں گے بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ قربانیاں کریں گے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے ناموں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اِس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قربانیوں کے اُس معیار پر پورے اُتریں جس کا مطالبہ اِس وقت اسلام اُن سے کر رہا ہے۔ لوگ جتنی دنیوی کوششیں بھی اپنی اولادوں کے لئے کرتے ہیں صرف اِس لئے کہ اُن کا نام زندہ رہے۔ وہ سب کوششیں آخر بیکار جاتی ہیں مگر دین کی خاطر قربانی کرنا ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ ہمیش تک تمہاری یاد کو آئندہ نسلوں کے دلوں میں قائم رکھتی ہے۔ اور یہی ایک ایسی یادگار تم اپنے پیچھے چھوڑ جاؤ گے جو کسی کے مٹانے سے بھی نہیں مٹ سکے گی۔

بلکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہماری جماعت کے اندر ایسے آدمی پیدا ہوں گے جو تمہارے ناموں کی بقا کے لئے اَن تھک کوشش کریں گے اور وہ کُرید کُرید کر لوگوں سے تمہارے حالات معلوم کیا کریں گے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی ایسے ہوں گے جو ان کتب کو خرید کر اپنے گھر میں رکھیں گے۔ پھر اُن کی جگہ نئے آدمی پیدا ہوتے جائیں گے جو تمہارے حالات کی کتب خرید کر اپنے پاس رکھیں گے۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا چلا جائے گا اور یہ اس وقت تک بھی جاری رہے گا جبکہ تمہاری نسلیں مٹ چکی ہوں گی۔

صحابہ ہی کو دیکھ لو۔ انہوں نے دین کے جھنڈے گاڑنے کے لئے نہایت بے نظیر قربانیاں کیں۔ ان کے بعد جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا تو جن لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت اور دین کے لئے اخلاص تھا اُن کو صحابہؓ کی قربانیاں معلوم ہوئیں تو اُن کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ صحابہؓ کے حالات کو محفوظ کریں۔ چنانچہ انہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ اِس کام کو سر انجام دیا اور اِس کام کے لئے اُن کو نہایت تندہی سے کام کرنا پڑا اور انہوں نے کُرید کُرید کر صحابہؓ کے حالات لوگوں سے دریافت کئے اور کئی قسم کے اخراجات برداشت کرکے اُنہوں نے صحابہؓ کی زندگیوں کے تمام پہلوؤں کے حالات قلمبند کئے۔ چنانچہ صحابہؓ کے حالات پر آٹھ آٹھ اور نو نو جلدیں لکھی گئیں اور زرِ کثیر خرچ کر کے لوگ وہ کتابیں اپنی لائبریریوں میں رکھتے ہیں۔ میری اپنی لائبریری میں بھی وہ کتابیں موجود ہیں۔ حضرت خلیفہ اول کی لائبریری میں بھی وہ کتابیں موجود ہیں۔ اِسی طرح انجمن کی لائبریری میں بھی کئی ایسی کتابیں موجود ہوں گی۔

وہ دن ہماری جماعت پر خدا کے فضل سے بہت جلد آنے والا ہے کہ جماعت میں ایسے مصنف پیدا ہو جائیں گے جو ہمارے زمانہ کے حالات لکھیں گے اور وہ اسی طرح کُرید کُرید کر ہمارے حالات کو دریافت کیا کریں گے جس طرح پہلے مصنفین نے صحابہؓ کے حالات دریافت کئے تھے۔ اور وہ ہر طبقہ کے قربانی کرنے والے احمدیوں کے حالات لکھیں گے۔ وہ ایک احمدی مزدور کے حالات بھی لکھیں گے، وہ ایک احمدی لوہار کے حالات بھی قلمبند کریں گے اور وہ ایک احمدی ترکھان کے حالات بھی محفوظ کریں گے۔ غرض وہ ایک ایک مخلص احمدی کے

حالات تلاش کر کر کے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اسلام کی خدمت کرنے والے صحابہ یا بعد میں ہمارے زمانہ والے تمام احمدیوں کے حالات کتابوں میں محفوظ کئے جائیں گے اور ان سب کے نام یقیناً قیامت تک محفوظ رہیں گے اور جب ان کی نسل ختم ہو چکی ہو گی، جب ان کا نسب نامہ ختم ہو چکا ہو گا اور جب ان کی اولادوں میں سے ان کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہ ہو گا اُس وقت لوگ ان کے کتابوں میں لکھے ہوئے حالات کو پڑھیں گے اور ان کے ناموں کو نہایت عزت اور فخر کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور ٹھیک اُسی طرح یاد کیا جائے گا جس طرح آج ہم صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے ناموں کو عزت اور فخر کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور تمہاری آنے والی نسلیں جب تمہاری قربانیوں کے حالات پڑھیں گی تو ادب اور احترام کے ساتھ ان کے سر جھک جایا کریں گے۔

پس مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمہارے لئے دین کے رستے میں قربانیاں کرنے کا یہی موقع ہے۔ پس تم دین کی خدمات میں بیش از بیش ترقی کرو جو اگلے جہاں میں بھی تمہارے کام آئے گی اور اِس جہاں میں تمہارا نام ابد آلاباد تک زندہ رکھنے کا موجب ہوں گی۔ مگر جب تک تم صحیح طور پر صحابہؓ کے نقش قدم پر نہیں چلوگے، دین کا کام تو رُک نہیں سکے گا کیونکہ خدا تعالیٰ اس کام کو چلانے کا خود ذمہ دار ہے مگر تمہارا نام ضرور مٹ جائے گا۔ پس پرانی فوج جو ایک عرصہ سے قربانیاں کرتی چلی آرہی ہے وہ اپنی قربانیوں کو اَور بھی زیادہ بڑھانے کی کوشش کرے اور نئی فوج بھی جو دفتر دوم میں حصہ لے رہی ہے اور جس کے ابھی ریزرو فنڈ قائم کرنے والے دَور میں سے سات سال باقی ہیں، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اُن کے اندر اِس بات کے لئے غیرت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے زمانے کے اخراجات کو خود برداشت کریں اور وہ اس بوجھ کو کسی دوسرے وقت کے لوگوں پر نہ پڑنے دیں۔ اِس وقت جیسا کہ ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے ان کی قربانیاں شاندار نہیں ہیں۔ کیونکہ اول تو ان کے وعدے ہی بہت کم ہیں اور پھر ان کے چندوں کی ادائیگی ان کے وعدوں سے بھی بہت کم ہے۔ اور یہ امر نہایت پریشانی کا موجب ہے۔

پس آج سے ہر نوجوان جس کی عمر اٹھارہ سال سے اوپر ہے اِس بات کا عہد کرلیوے

کہ وہ اِس دور میں ضرور شامل ہو گا۔ اگر نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے تو تھوڑے ہی دنوں میں ان کی تعداد دس بیس ہزار تک پہنچ جائے گی اور پھر یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جائے گی۔ ہر نوجوان یہ سمجھ لے کہ یہ کام کسی اَور نے نہیں کرنا بلکہ مَیں نے ہی کرنا ہے اور اِس کی سب سے بڑی ذمہ داری مجھ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر نوجوان اس عظیم الشان ذمہ داری کو سمجھ لیں گے تو یقیناً ہم ایک نہایت مضبوط ریزرو فنڈ قائم کر سکیں گے۔ پھر ہر نئے دَور کے بعد نئے مجاہدین پیدا ہوتے چلے جائیں گے جو اِس بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کے قابل ہوں گے اور یہ سلسلہ اِسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔ پس جماعت کا ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے یہ عہد کرلے کہ وہ کسی زید بکر یا عمر کو نہیں دیکھے گا کہ وہ کیا کر رہے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی کو صحابہؓ کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرے گا۔ مَیں جماعت کے نوجوانوں کو خواہ وہ لاہور کے رہنے والے ہوں یا امرتسر کے، سیالکوٹ کے رہنے والے ہوں یا گجرات کے، پشاور کے رہنے والے ہوں یا دہلی کے اور اس سے آگے چل کر حیدر آباد کے کسی اَور علاقہ کے رہنے والے ہوں اِس امر کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس بات کو اپنے ذمہ لے لیں کہ انہوں نے ہر ممکن طریق سے اِس اگلے دَور کو کامیاب بنانا ہے اور اِس کے لئے اُنہیں کتنی بھی قربانیاں کرنی پڑیں وہ ضرور کریں گے اور وہ کسی نوجوان کو بھی اس میں حصہ لئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

مَیں جب دلّی گیا تو مَیں نے اندازہ لگایا کہ وہاں کے احمدیوں کی ماہوار آمدن پچاس ہزار روپیہ کے قریب ہے جو چھ لاکھ روپیہ سالانہ بنتی ہے۔ اور اگر ان میں وصیت والا کوئی نہ ہو تو ان کی طرف سے ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ سالانہ چندہ آنا چاہیئے۔ اور اگر وصیت والے بھی ہوں تو ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ چندہ اُن کی طرف سے آنا چاہیئے ورنہ کم از کم اڑتالیس ہزار سالانہ تو ضرور آنا چاہیئے۔ مگر اُن کا سالانہ چندہ تیس ہزار روپیہ کے قریب آتا ہے حالانکہ اگر کوشش کی جائے تو اِس چندہ کی مقدار بڑھائی جا سکتی ہے۔ یہی حال لاہور کی جماعت کا بھی ہے۔ ان دونوں جماعتوں کا چندہ عام ہی اسّی ہزار تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور اِسی طرح تحریک جدید کا چندہ چالیس ہزار تک جا سکتا ہے مگر پوری طرح توجہ نہ کرنے کی وجہ سے دہلی اور لاہور کی

جماعتوں کے تحریک جدید کے چندے صرف بیس ہزار روپیہ تک ہوتے ہیں۔ اِس کے علاوہ مَیں نے چند اَور شہروں کے متعلق بھی اندازہ لگایا ہے کہ اگر وہاں کے کارکنان کوشش کریں تو وہاں کے چندوں کی مقدار کو بڑھالینا کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ مگر یہ کام توجہ اور محنت چاہتا ہے۔ اگر جماعت کے لوگوں کے سامنے سلسلہ کی ضروریات اور تحریک جدید کی اہمیت کو اچھی طرح واضح کیا جائے تو یہ کام مشکل نہیں ہے۔ اس وقت صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ نو لاکھ روپیہ سالانہ کا ہے مگر میرا اندازہ یہ ہے کہ اب جنگ ختم ہونے پر اس کو بجائے کم ہونے کے پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ، اِسی طرح تحریک جدید کا چندہ سات آٹھ لاکھ سالانہ، دونوں دَوروں کا مل کر ہونا چاہئے۔ لیکن اتنے وعدے نہیں ہوتے اور چندوں کی وصولی کی رفتار اور بھی سُست ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو اس کام کو چلانا مشکل ہو جائے گا۔ اس سال کے تحریک جدید کے چندوں کی دونوں دور ملا کر کُل وصولی اس وقت تک دو لاکھ نوے ہزار ہے اور وعدے تین لاکھ پچپن ہزار کے ہیں۔ حالانکہ اگر لوگ قربانی سے کام لیتے تو اس وقت تک کم از کم وصولی ساڑھے تین لاکھ ہونی چاہئے تھی۔ پس ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری کو سمجھے۔ لوگ یہ جو کہا کرتے ہیں کہ فلاں سیکرٹری یا فلاں کارکن اچھی طرح کام نہیں کرتا تو مَیں کیوں کروں؟ یہ اُن کی ایمانی کمزوری پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سوائے کسی کمزور ایمان والے کے اس قسم کے خیالات کوئی شخص بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا۔ صحابہؓ اِس قسم کی باتیں ہرگز نہیں کرتے تھے کہ فلاں شخص کام نہیں کرتا اِس لئے ہم بھی کام نہیں کرتے۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے تھے۔ اگر لوگوں میں اِسی قسم کے خیالات پیدا ہو جائیں کہ وہ چند کمزور لوگوں کو دیکھ کر خود بھی کام کرنا چھوڑ دیں تو دین کے کام کون کرے گا؟

پس ہر شخص اپنے دل میں یہ سمجھ لیوے کہ دین کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہی ہے اور میرے ایک کے سُستی یا کمزوری دکھانے سے دین کے کاموں میں حرج واقع ہو جائے گا۔ جب ہم میں سے ہر شخص اِس بات کو پوری طرح ذہن نشین کرے گا تو یہ تمام رُکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں گی۔ پس ہر شخص سمجھ لے کہ مَیں ہی دین کا ستون ہوں اور دین کی چھت میرے ہی سہارے پر کھڑی ہے اور اگر یہ چھت میری کسی کمزوری کی وجہ سے گر گئی تو مَیں خود

بھی اس کے نیچے آ کر پِس جاؤں گا۔ ایک مثل مشہور ہے کہ کوئی چھوٹا سا جانور رات کو اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اونچی کر کے سویا کرتا ہے۔ ایک دن کسی نے اُس سے پوچھا کہ تم اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف کر کے کیوں سوتے ہو؟ تو اُس نے کہا مَیں اپنی ٹانگیں اس لئے آسمان کی طرف کر کے سوتا ہوں کہ اگر رات کو آسمان گر پڑے تو مَیں اس کو اپنی ٹانگوں پر سہار سکوں۔ یہ ایک مثال ہے جو کسی چھوٹے سے جانور کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو درحقیقت یہ مثال کسی چھوٹے سے جانور کی نہیں بلکہ مومن کی ہے۔ اور مومن کی مثال ایسی ہی ہونی چاہئے۔ ہر مومن کو اپنے دل میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مَیں نے ہی ساری دنیا کو بچانا ہے، مَیں نے ہی ساری دنیا کو کفر سے نجات دلانی ہے، مَیں نے ہی ساری دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانا ہے اور مَیں نے ہی ساری دنیا میں اسلام کے جھنڈے کو گاڑنا ہے۔ جب تم میں سے اگر سارے نہیں تو کچھ مومن بھی اس مقام کو حاصل کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کا ذمہ لے لے گا اور وہ تمہارے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دے گا۔

جس وقت حضرت لوطؑ کی بستی پر عذاب آنے والا تھا تو فرشتوں نے اس عذاب کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی اس کے متعلق خبر دے دی تھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو اُس کے متعلق معلوم ہوا تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور اس عذاب کے ٹل جانے کے لئے دعائیں کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ اے اللہ! اگر اس بستی میں 100 نیک آدمی ہوں گے تو کیا تُو ان کو بچانے کی خاطر باقی ساری بستی کو بھی نہ بچالے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! اگر 100 آدمی ان میں سے نیک ہو گا تو مَیں ضرور اُن کی خاطر باقی تمام لوگوں کو چھوڑ دوں گا۔ تب حضرت ابراہیمؑ کو شبہ ہوا کہ اس ساری بستی میں 100 مومن بھی نہیں ہے۔ پھر عرض کیا کہ اے اللہ! اگر 100 سے بھی کم 90 ہی مومن ہوں تو 100 کیا اور 90 کیا۔ کیا تُو 90 مومنوں کی خاطر بھی اس بستی کو اپنا عذاب نہیں ٹلا دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابراہیم! ہم نے تیری دعا کو سنا۔ اگر 90 مومن بھی اس بستی میں ہوں گے تو ہم ان کی خاطر باقی لوگوں کو بھی چھوڑ دیں گے۔ تب حضرت ابراہیمؑ کو پھر شبہ ہوا کہ اس بستی میں 90 مومن بھی نہیں ہیں۔ آپ نے پھر عرض کیا کہ 90 کیا اور 80 کیا۔ کیا تُو 80 مومنوں کے لئے باقی لوگوں کو

عذاب سے نجات نہ دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے سمجھا کہ اُس بستی میں 80 مومن بھی نہیں ہیں۔ اِسی طرح حضرت ابراہیم 70، 60، 50 اور آخر 10 تک پہنچے۔ اور عرض کیا اے خدا! 10 کیا اور 20 کیا۔ کیا تُو 10 مومنوں کی خاطر ساری بستی کو نہیں بچالے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر 10 مومن بھی ہوں گے تو میرا عذاب ٹل سکتا ہے۔ تب حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ اُس ساری بستی میں سوائے حضرت لوطؑ اور ان کے خاندان کے کوئی بھی مومن نہیں۔ پس وہ خاموش ہو گئے اور پھر دعا نہ کی۔**1** غرض اللہ تعالیٰ تھوڑے نیکوں کی خاطر بُہتوں کی جان بھی بچالیا کرتا ہے۔

یہ جو مَیں نے جانور کی آسمان کی طرف ٹانگیں کرکے سونے کی مثال بیان کی ہے ایک جانور بھلا کیا ٹانگیں کھڑی کرے گا؟ یہ تو مومن کی مثال ہے کہ مومن باوجودیکہ بظاہر چھوٹا ہوتا ہے وہ اِس عظیم الشان کام کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے کہ وہ ساری دنیا کو عذاب سے بچائے گا۔ کوتاہ اندیش لوگ اُس کے اِن ارادوں کو دیکھ کر اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور ہنستے ہیں کہ یہ بیچارہ کسی کو کیا بچا سکتا ہے؟ مگر وہی چھوٹا سا مومن، جس کا لوگ تمسخر اڑاتے ہیں اپنی محنت اور کوششوں کی وجہ سے خدا کے دربار میں کامیاب اور سرخرو ہو کر پیش ہوتا ہے۔ دنیا کے لوگوں کو تو یہی عادت ہے کہ وہ مومنوں کے ایسے دعووں کو سن کر ٹھٹھے کرتے ہیں اور بظاہر اس قسم کے دعوے ہوتے بھی عجیب سے ہیں۔ حکومتِ امریکہ کا سالانہ بجٹ بیس اور تیس ارب کے درمیان ہوتا ہے، انگلستان کا سالانہ بجٹ پندرہ ارب کا ہوتا ہے اور ہندوستان کی حکومت کا بجٹ چار ارب کے قریب ہوتا ہے اور ان کے مقابلہ میں ہماری جماعت کا سالانہ بجٹ صرف چند لاکھ کا ہوتا ہے۔ اور چند لاکھ کے بجٹ کو اربوں کے بجٹ کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔ اِس لئے جب ہم چند لاکھ روپے سالانہ بجٹ والے اِس قسم کے دعوے کرتے ہیں کہ ہم تمام دنیا کو کفر سے نجات دلائیں گے اور ہم تمام دنیا پر اسلام کا پرچم لہرائیں گے تو اربوں روپے کے بجٹ والی حکومتوں کے لوگ ہماری باتوں کو ہنسی مذاق میں ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غریب بھلا کیا کر سکتے ہیں؟ پس ہمارا جو مبلغ اِس قسم کا دعویٰ کرتا ہے اُس کی مثال اُس جانور کی سی ہوتی ہے جو رات کو آسمان کی طرف اِس لئے ٹانگیں اونچی کرکے سوتا ہے کہ اگر آسمان ٹوٹ پڑے

تو وہ اُس کو اپنی ٹانگوں پر سہار سکے۔ یہ مثال دراصل مومن کی ہے ورنہ جانور سے کون باتیں کر سکتا ہے؟ اِس قسم کا کام صرف مومن ہی کر سکتا ہے اور باوجود بظاہر انتہائی کمزور ہونے کے وہ ہر قسم کی قربانی پیش کرتا ہے۔ اور جس طرح مثال میں ایک چھوٹا سا جانور کہتا ہے کہ اگر آسمان گر پڑا تو مَیں ساری دنیا کو بچالوں گا اور مَیں اپنی جان کی قربانی پیش کر دوں گا۔ اِسی طرح ایک مومن بھی کہتا ہے کہ مَیں ساری دنیا کو بچانے کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کر دوں گا۔

پس تمہیں چاہیئے کہ تم بھی اِسی قسم کے مومن بنو کہ ساری دنیا کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جان کی قربانی پیش کرو۔ جب مومن ہر دن اور ہر رات خدا کے سامنے اپنی جان کی قربانی پیش کرتا ہے تب اُس کے راستہ سے ہر قسم کی مشکلات ہٹتی چلی جاتی ہیں اور خدا کا فضل نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور خدا ہر میدان میں اپنے بندے کا ساتھ دیتا ہے اور شیطان کے لشکروں کو شکست ہوتی ہے اور خدا کی طرف سے جو عذاب دنیا پر نازل ہونے والے ہوتے ہیں اور جو تباہی کے سامان دنیا پر وارد ہونے والے ہوتے ہیں وہ سب واپس چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اب میری دنیا مومنوں سے بھر رہی ہے اس لئے اب میرا عذاب اس پر حرام ہو جائے گا۔" (الفضل 23 دسمبر 1946ء)

1: پیدائش باب 18 آیت 20 تا 33 (مفہوماً)